عہد بابری کی علمی سرگرمیاں

جناب شبیر احمد خاں غوری ایم اے۔ ایل ایل بی۔ بی ٹی ایچ۔ سابق رجسٹرار امتحانات عربی و فارسی اُتر پردیش

(سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو برہان بابت جون ۱۹۶۷ء)

(ب) علمی ماحول

اگرچہ دسویں صدی ہجری کے آغاز میں مشرق وسطی (ایران و وسط ایشیا) انتشار و طوائف الملوکی کا گہوارہ بنا ہوا تھا، بایں ہمہ اس علاقہ میں علم وفضل کا بھی بہت چرچا تھا۔ یوں تو پوری اسلامی دنیا علم و حکمت کی سرگرمیوں سے معمور تھی، مگر ہمارے نقطۂ نظر سے علم و ادب کے دو گہوارے زیادہ اہم ہیں کیونکہ انھوں نے ہی عہد بابری کی علمی سرگرمیوں کو متاثر کیا تھا۔ یہ دو گہوارے ایران میں شیراز اور خراسان میں ہرات تھے۔ بعد میں ہرات ہی کے فضلاء سمرقند و بخارا چلے گئے۔

(ا) ایران

تاتاریوں کی چیرہ دستی سے ساتویں صدی ہجری کے وسط (۶۵۶ھ) میں عباسیوں کے قصر خلافت کے انہدام کے ساتھ ساتھ اسلامی ثقافت پر بھی قیامت صغری برپا ہو گئی تھی، جس سے متاثر ہو کر شیخ سعدی نے لکھا تھا:

آسماں راحق بود گر خوں ببارد بر زمیں   بر زوال ملک مستعصم امیر المومنیں

مگر جلد ہی ؎

پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانے سے

خود ہلاکو نے جو اس خونی ڈرامہ کا ہیرو ہے، محقق طوسی کی تربیت کی اور مراغہ کی مشہور رصدگاہ تعمیر کرائی۔ دیگر علمائے مشاہیر میں نجم الدین دبیران قزوینی (صاحب شمسیہ وحکمۃ العین) موید الدین عرضی، فخر الدین مراغی، محی الدین اخلاطی اور محی الدین مغربی تھے۔ مگر ساتویں صدی کے عبقری اعظم محقق طوسی ہی تھے۔ اُن کی ذات میں اسلامی فکر کے چاروں دھارے (یعنی کلام وتصوف اور فلسفہ مشائیت واشراق) آکر مل گئے تھے۔ فلسفہ میں وہ پانچ واسطوں سے شیخ بوعلی سینا کے شاگرد تھے۔ اُن کے نفسِ گرم کی تاثیر سے فلسفہ کی بوسیدہ عمارت کی جو متکلمین کے بے پناہ اعتراضات کے صدموں سے قریب الانہدام تھی، تجدید ہوئی۔

محقق طوسی کے بعد علوم عقلیہ کی ریاست علامہ قطب الدین شیرازی کے حصہ میں آئی جو محقق طوسی ہی کے شاگرد تھے۔ قطب الدین شیرازی کے شاگرد مولانا قطب الدین رازی (شارح شمسیہ یا مصنف قطبی) بتائے جاتے ہیں۔

محقق طوسی کے معاصر متاخر اور علامہ قطب الدین شیرازی کے ہم عصر قاضی ناصر الدین بیضاوی تھے، جن کی "تفسیر بیضاوی" آج بھی ہمارے یہاں درس میں داخل ہے۔ "تفسیر بیضاوی" کے علاوہ اُنھوں نے اصول فقہ میں "منہاج الاصول" اور کلام میں "طوالع الانوار" لکھی، جن کے ساتھ بعد کے علمار نے غیر معمولی اعتنار کیا۔

قاضی ناصر الدین بیضاوی تین واسطوں سے امام غزالی کے شاگرد تھے اور اُن کے (بیضاوی کے) شاگرد شیخ زین الدین ہنکی اور موخر الذکر کے شاگرد رشید قاضی عضد الدین الایجی تھے۔ قاضی عضد کا مزید تذکرہ آگے آرہا ہے۔

بہرحال ہرچند کہ تاتاریوں کی بربریت وثقافت بیزاری نے اسلام اور اسلامی ثقافت کو مٹانے میں کوئی کسر نہیں اُٹھا رکھی، مگر اس دین میں صرصر حوادث کے تھپیڑے کھا کھا کر بھی زندہ رہنے کی غیر معمولی صلاحیت ہے اور ابھی ساتویں صدی ختم نہ ہونے پائی تھی کہ ہلاکو کی اولاد نے اسلام قبول کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ آٹھویں صدی کے آغاز نے ایلخانی تخت پر غازان (۶۹۴-۷۰۳ھ) کو متمکن پایا جو امیر نوروز کی ہدایت سے مشرف باسلام ہو چکا تھا۔ غازان کے بعد اس کا بھائی

اولجائتو سلطان اور اس کی وفات پر موخر الذکر کا بیٹا ابو سعید تخت نشین ہوا۔

ابو سعید نے ۷۳۶ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ اس کے مرنے پر کم و بیش چالیس سال طوائف الملوکی کا دور دورا رہا، تا آنکہ ایک مرتبہ پھر تیمور لنگ (۷۷۱ــ۸۰۷ھ) نے اپنے زور بازو سے پورے ایران اور ماوراء النہر کو فتح کر کے ایک منظم اور متحد سلطنت قائم کرلی۔

اسلام کے اثر اور مسلمان وزرار کی صحبت نے تاتاریوں کی ثقافت بیزاری کی بہت کچھ تعدیل کردی ہلاکو کے عہد کے مشاہیر علمار کے اسامی اوپر ثبت ہو چکے ہیں۔ اُس کے جانشین اباقاآن ۶۶۳ــ۶۸۰ھ کا عہد مولانا روم، شیخ صدر الدین قونوی، اوحد الدین کرمانی اور قطب الدین شیرازی کے بلوغ کا زمانہ ہے۔ اباقاآن کے بعد احمد نکودار اور پھر ارغون بادشاہ ہوئے۔ اُن کے زمانہ میں رضی الدین شاطبی، قاضی ناصر الدین بیضاوی، جمال الدین محمد بن سلیمان مقدسی اور نجم الدین زرکوب مشاہیر فضلار میں سے تھے۔ ارغون کے بعد پہلے گیخاتو اور پھر بائدو بادشاہ ہوئے۔ بائدو کے بعد غازان تخت نشین ہوا۔ اُس نے بہت سے مدارس اور خانقاہیں تعمیر کرائیں۔ نیز رصدگاہ کی مرمت کرائی۔

غازان کے جانشین اولجائتو سلطان نے بھی اپنے پیشروؤں کی علمی روایات کو جاری رکھا۔ اس کے علمی شغف کا یہ عالم تھا کہ اس نے سنگ وخشت کے مدارس کے علاوہ ایک سفری مدرسہ بھی بنوایا تھا جو خیموں کے اندر لگتا تھا۔ اس سفری مدرسہ میں مولانا بدر الدین تستری اور قاضی عضد الدین ایجی تقریباً سو طالب علموں کے ساتھ ہمیشہ بادشاہ کے رفیق سفر رہا کرتے تھے۔ عہد اولجائتو کے مشاہیر اہل علم میں شیخ جمال الدین حلی (شارح تجرید العقائد طوسی) شیخ عبدالرحمٰن خراسانی، مولانا قطب الدین محمود، شہاب الدین عبداللہ شیرازی (مصنف تاریخ وصاف) اور فخر الدین داؤد بناکتی (مصنف تاریخ بناکتی) قابل ذکر ہیں۔

ابو سعید ایلخانی کے عہد حکومت میں قاضی عضد الدین الایجی اور مولانا قطب الدین رازی کا نام خاص طور سے لیا جاتا ہے۔

ابو سعید کی وفات پر جب طوائف الملوکی کا دور دورا شروع ہوا تو مرکزِ ثقافت سلطانیہ (تبریز) سے شیراز میں منتقل ہوگیا، جہاں شیخ ابو اسحاق انجو بلطائف الحیل ۷۴۲ھ میں متمکن ہوگیا تھا۔ اُس نے ۷۵۸ھ تک حکومت کی اور آخر میں امیر مظفر کے حکم سے قتل ہوا۔ اس کے بعد موخر الذکر کی اولاد فارس پر حکمران رہی تا آنکہ ۷۹۵ھ میں تیمور نے آخری مظفری تاجدار کو ختم کر کے شیراز کو اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔

ابو اسحٰق کا عہدِ حکومت علم و ادب بالخصوص علم کلام کی تاریخ میں نمایاں مقام رکھتا ہے۔ اُس کے دربار کے "چہار گوہر" شیخ مجد الدین، شیخ امین الدین، حاجی قوام اور قاضی عضد الدین الایجی تھے۔ ان میں واسطۃ العقد قاضی عضد تھے، جنھیں بعض لوگوں نے "مجدد مائۃ سابعہ" قرار دیا ہے۔ اُن کے علم وفضل کے بارے میں ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے:

"کان اماما فی المعقول قائما بالاصول والمعانی والعربیہ مشارکا فی الفنون"

معقولات کے امام تھے، اُصول، فقہ، معانی و بیان اور (عربی ادب) میں دستگاہ عالی رکھتے تھے۔ دیگر علوم وفنون میں بھی درک رکھتے تھے۔

اُن کے علم وفضل کا شہرہ سن کر محمد تغلق بادشاہ دہلی (۷۲۵-۷۵۲ھ) نے مولانا معین الدین عمرانی کو انھیں بلانے کے لئے شیراز بھیجا، مگر سلطان ابو اسحاق کے بذل و کرم نے اُنھیں نہ آنے دیا۔

قاضی عضد کلام، اُصول اور معانی و بلاغت میں یدِطولیٰ رکھتے تھے، کلام میں اُن کا شاہکار "المواقف فی الکلام" ہے۔ مصنف اور اس کی اس شہرۂ آفاق تصنیف کے بارے میں حافظ شیرازی کہتے ہیں:

دگر شہنشہِ دانش عضد کہ در بنیش　　　بنائے کار مواقف بنام شاہ نہاد

میر سید شریف نے اس کی شرح لکھی جو آج کے دن تک اپنے موضوع پر حرف آخر سمجھی جاتی ہے۔ "المواقف" کے علاوہ انھوں نے عقائد میں ایک اور کتاب بھی لکھی تھی جو "عقائد عضدی" کے نام سے مشہور ہے اور جس کی شرح محقق دوانی نے لکھی۔ یہ شرح (شرح عقائد جلالی) آج بھی بہت سے مدارس میں داخل درس ہے۔ اُصول فقہ میں انھوں نے "مختصر ابن حاجب" کی شرح لکھی، جو بعد میں "عضدی" کے نام سے عربی مدارس کے اعلیٰ نصاب میں مشمول ہوتی تھی۔ معانی و بلاغت میں اُن کا کارنامہ "فوائد غیاثیہ" ہے جس کی

شرح ملا محمود نے "فرائد" کے نام سے کی ہے۔

ان علوم کے علاوہ وہ فلسفہ کے اسرار و غوامض سے بھی ایک ماہرِ فن کی طرح آشنا تھے۔ علوم فلسفیہ میں اسی تبحر و دستگاہِ عالی کا تقاضا تھا کہ انھیں اثیر الدین ابہری مصنف ہدایہ الحکمہ سے بھی مناظرہ میں کوئی باک نہ ہوا۔

قاضی عضد سے بے شمار طلبۂ علم نے استفادہ کیا جن میں سے تین بزرگوں کا نام تذکرہ نگاروں نے خصوصیت سے لیا ہے: شمس الدین کرمانی، ضیاء الدین عفیفی اور سعد الدین تفتازانی۔ ان میں سے بھی تاریخ کی مسندِ بقائے دوام پر بار صرف علامہ تفتازانی ہی کو ملا۔ ان کا مفصل تذکرہ عہد تیموری کے مشاہیر علماء کے سلسلے میں آرہا ہے۔

قاضی عضد کے قدیم شاگردوں میں مولانا قطب الدین رازی بھی تھے، چنانچہ ابن شہبہ نے "طبقات شافعیہ" میں لکھا ہے:

"شارك فی العلوم الشرعیة وجالس العضد واخذ عنه" علوم شرعیہ میں بھی درک رکھتے تھے۔ قاضی عضد کی صحبت میں رہے اور ان سے کسبِ کمال کیا۔

مگر علوم عقلیہ میں امام الدین ریاضی نے انھیں علامہ قطب الدین شیرازی ہی کا شاگرد بتایا ہے:

"ماهر انحا نقین ظاهر القطبین محور فلك الحکمة والدین المولی قطب الدین الرازی علم از علمائے کبار اخذ نمودہ۔ از انجملہ است مولٰنا قطب الدین علامہ شیرازی"

مولانا قطب الدین رازی کے شاگرد رشید علامہ مبارکشاہ منطقی تھے۔ طاشکبری زادہ نے لکھا ہے کہ شمس الدین محمد بن مبارک شاہ کو قطب الدین رازی نے بچپن ہی سے پرورش کیا تھا اور تمام علوم کی تعلیم دی تھی۔ مبارک شاہ منطقی کے شاگرد میر سید شریف جرجانی تھے، جو اسلامی ثقافت کی تاریخ میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اُن کا تفصیلی تذکرہ عہد تیموری کے علماء کے ضمن میں آرہا ہے۔ مگر اس سے پیشتر اس عہد کے علم و ادب کے دوسرے گہوارہ (ہرات) کی قدیم ثقافتی تاریخ کا ایک

اجمالی جائزہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔

(۲) ہرات

ابوسعید کی وفات پر جو چھوٹی چھوٹی ریاستیں وجود میں آئیں ان میں ہرات کی آل کرت کی سلطنت اس لئے خصوصیت سے قابل ذکر ہے کہ بابر کے عہد حکومت میں یہیں کی علمی روایات نے اُس کے زمانہ کے علماء کو خاص طور سے متاثر کیا تھا۔

آل کرت کا مورث اعلیٰ عزالدین عمر تھا جو سلطان غیاث الدین غوری کا چچیرا بھائی اور اس کی جانب سے ہرات کا والی تھا۔ اُس نے اپنی جانب سے قلعہ غیسار کی کوتوالی اپنے بھائی تاج الدین عثمان مرغنی کو دی تھی۔ تاج الدین کے مرنے پر یہ عہدہ اس کے بیٹے رکن الدین کو تفویض ہوا۔ اس نے چنگیز خاں کی ماتحتی قبول کرلی تھی، اس لئے ہرات تاتاریوں کی تباہ کاریوں سے بچ گیا۔

۶۴۳ھ میں رکن الدین کی وفات پر اس کا نواسہ ملک شمس الدین محمد اس کا جانشین ہوا۔ اُس نے بھی نانا کی روش کو برقرار رکھا۔ مگر بعد میں دراندازوں نے اباقاآن کا مزاج اس کی طرف سے مکدر کردیا۔ اُس نے شمس الدین کو بلاکر قید کردیا اور قید ہی میں اس کی وفات ہوئی (۶۷۶ھ) اگلے سال اس کا بیٹا اباقاآن کے حکم سے ہرات کا والی ہوا جس نے ۷۰۵ھ تک شمس الدین کہین کے نام سے حکومت کی۔ اُسی کے زمانہ میں فخر الدین والی ہوا مگر اگلے سال اس نے وفات پائی اور اولجائتو سلطان نے اس کے بھائی ملک غیاث الدین کو ہرات کا پروانہ حکومت عطا کیا۔ اس کا زمانہ حکومت بھی تاتاریوں کی تلون مزاجیوں کی نازبرداری میں گزرا۔ ۷۲۹ھ میں وفات پائی۔

ملک غیاث الدین کرت بڑا دین پرور اور علم دوست بادشاہ تھا۔ صاحب "روضۃ الصفا" نے اس کے بارے میں لکھا ہے:

"در ترویج شریعت غراء کوشیدہ بتعمیر بقاعِ خیر امر فرمودہ وبجہت علماء وفضلاء ادرارات تعیین نمودہ اوقات شریف بطاعت وعبادت مصروف گردانید۔"

ملک غیاث الدین نے جامع مسجد ہرات کے شمال میں ایک بڑا مدرسہ تعمیر کرایا جو عرصہ تک مدرسہ غیاثیہ کے

نام سے علم وادب کا اہم مرکز رہا اُس کے عہد کے افاضل علمار و مشائخ میں امیر حسینیؒ کا نام خصوصیت سے قابل ذکر ہے کیونکہ وہ شیخ بہاء الدین زکریا ملتانیؒ کے پوتے شیخ رکن الدین ابو الفتح کے مرید وتربیت یافتہ تھے۔

ملک غیاث الدین کے مرنے پر پہلے اس کا بیٹا اور پھر بھائی تخت پر بیٹھے مگر دونوں ناکام رہے۔ البتہ ۷۳۳ھ میں اُس کا تیسرا بیٹا ملک معز الدین کرت تخت نشین ہوا جو اس خاندان کا گل سرسبد ہے۔ اُس کی دین پروری اور علم وفضل نوازی کے بارے میں صاحب "حبیب السیر" نے لکھا ہے:

"ملک حسین خلاصۂ دودمان ملوک ہرات بود ونقادہ سلاطین فرخندہ صفات۔ بصفت نصفت ورعیت نوازی موصوف وبوفور جلادت وسرفرازی معروف، بتقویت ارکان شریعت غرا بغایت راغب ومائل ہمگی ہمتش مقصور بر تربیت مشایخ وافاضل۔"

۷۳۶ھ میں ابوسعید ایلخانی کے انتقال کے بعد ملک معز الدین کرت نے ایلخانیوں کی بالادستی کو ختم کر کے مستقل طور سے اپنے نام کا خطبہ پڑھوانا شروع کیا۔

اُس کے عہد کے علمار میں مولانا نظام الدین اپنے تصلب فی الدین کے لئے مشہور ہیں۔ عام فقہائے احناف کے برخلاف وہ ایمان کو "تصدیق" کے بجائے "تسلیم" کا مترادف قرار دیتے تھے اور اسی لئے "پیر تسلیم" کے نام سے موسوم تھے۔ مگر اس تصلب فی الدین کی انھیں بڑی گراں قیمت ادا کرنی پڑی کیونکہ بدکار ترکان غز نے جن کے خلاف انھوں نے کفر کا فتویٰ دیا تھا، انھیں قتل کر ڈالا۔

معز الدین کے عہد کے دوسرے علمار میں خواجہ قطب الدین یحییٰ، قاضی جلال الدین محمود امامی، مشائخ میں امیر نصر اللہ سنجانی اور خواجہ معین الدین محمد جامی اور شعرار میں ابن یمین اور امامی ہروی مشہور ہیں۔

ملک معز الدین حسین کرت کے زمانہ میں علامہ سعد الدین تفتازانی (جن کا مفصل تذکرہ آگے آرہا ہے) کا بیشتر وقت ہرات میں گزرا اور ۷۴۸ھ میں "تلخیص المفتاح" کی شرح "المطول فی البلاغہ" کے نام سے لکھ کر اُس کے نام پر معنون کی۔

ملک معز الدین نے ۷۷۱ھ میں (جس سال بلخ میں تیمور کی تاجپوشی ہوئی) داعی اجل کو لبیک کہا۔

اس کے مرنے پر اس کا بڑا بیٹا غیاث الدین پیر علی ہرات میں اس کا جانشین ہوا اور چھوٹے بیٹے پیر محمد کو سرخس کی حکومت ملی۔ پیر علی نے ۷۷۱ھ میں سبزوار طوس کو فتح کرلیا کیونکہ وہاں خواجہ علی موید رفض وتشیع کی بڑی شدت سے اشاعت کر رہا تھا اور فقہاء نے اس بڑھتی ہوئی بدعت کے استیصال کے لئے فتویٰ دیا تھا۔

اگلے سال تیمور کا ایلچی آیا۔ قدیم روش مودت و اخلاص کی تجدید ہوئی حتی کہ پیر علی کے بیٹے پیر محمد کی شادی بھی تیمور کی بھانجی کے ساتھ ہوگئی۔ مگر یہ "مبانی خلوص و وداد" کی تجدید محض اگلے اقدام کا پیش خیمہ ثابت ہوئی کیونکہ تیمور نے ۷۸۳ھ میں ہرات پر حملہ شروع کردیا۔ اس مرتبہ تو وہ ہرات کو پیر علی ہی کے قبضہ میں چھوڑ گیا۔ مگر اگلے سال اس پردہ کو بھی اٹھادیا اور پیر علی کو مع اعزہ و اقارب و اعوان و انصار گرفتار کرکے سمرقند لے گیا، جہاں ۷۸۵ھ میں اُسے قتل کردیا۔

(۳) تیمور کی علمی سرپرستی

ابو سعید ایلخانی کی وفات کے بعد تقریباً نصف صدی تک انتشار و طوائف الملوکی کا دور دورا رہا تاآنکہ ۷۷۱ھ میں شہر بلخ کے اندر تیمور کی تاجپوشی ہوئی۔ اُس نے کچھ ہی عرصہ میں ایران وخراسان اور ماوراء النہر کو فتح کرلیا۔ نیز ایک جانب ہندوستان کو اور دوسری جانب روم (ترکیا) کو اپنے حملوں سے روند ڈالا۔

قہر خداوندی ہونے کے باوجود دیگر مسلمان سلاطین کی طرح تیمور بھی علم و ادب کی تربیت وسرپرستی میں بیش از بیش کوشش کرتا تھا۔ صاحبِ "حبیب السیر" نے اس کے بارے میں لکھا ہے:

"پیوستہ در تعظیم سادات وعلماء وتکریم فضلاء وصلحاء اہتمام می نمود۔"

جہاں جاتا وہاں کے ارباب کمال کو اپنے ہمراہ دارالسلطنت لے آتا۔ چنانچہ صاحبِ "حبیب السیر" نے دوسری جگہ لکھا ہے:

"واز ہر مملکت کہ بتحتِ تصرفش در آمد، علماء وفضلاء ومہندسان وہنرمندان را کوچانیدہ قرین اعزاز واکرام بماوراء النہر رسانید۔"

اُس کے عہد کے مشاہیر علماء میں مولانا جلال الدین مرغابی، امیر سید علی ہمدانی، مولانا زین الدین ابوبکر

تاُبادی، خواجہ بہاء الدین نقشبند، عبداللہ لسان الدین محمد اور نظام الدین شامی وغیرہم تھے۔ مگر ان سب سے زیادہ شہرت علامہ تفتازانی اور میر سید شریف کو حاصل ہوئی۔

علامہ تفتازانی جیسا کہ اوپر مذکور ہوا، قاضی عضد کے سب سے مشہور شاگرد ہیں۔ ۷۱۲ھ میں خراسان کے شہر نسا کے گاؤں تفتازان میں پیدا ہوئے۔ قدرت سے غیر معمولی ذہانت و ذکاوت پائی تھی، لہذا سولہ سال ہی کی عمر سے تعلیم و تدریس کے ساتھ تصنیف و تالیف کا مشغلہ بھی شروع کر دیا۔ صاحبِ "حبیب السیر" نے لکھا ہے:

> "چوں از سن طفولیت بر تبہ صبی ترقی نمود۔ آغاز تحصیل علوم و تکمیل فنون محسوس و مفہوم کرد و در اندک زمانے در میدان دانش قصب السبق از علمائے متقدمین و متاخرین در ربودہ، شمیم قلمِ مشکین رقم مشام جان مستنشقان روایح فضائل را معطر گردانید و فروغ خاطر افادت مآثرش ریاضِ امید مقتبسان انوار کمالات را نضارت بخشیدہ، آنجناب در شانزدہ سالگی آغاز تصنیف کردہ شرح زنجانی را مرقوم خامہ بلاغت انتما ساخت۔"

دیگر تصانیف میں سے تلویح توضیح، مختصر المعانی، مطول اور شرح عقائد نسفی آج بھی داخلِ درس ہیں۔ علامہ تفتازانی کی "شرح مقاصد" کا نام اب بھی "شرح مواقف" کے بعد لیا جاتا ہے۔ ان کی جلالت قدر کے بارے میں ابن عماد حنبلی نے لکھا ہے:

"الامام العلامة بالنحو والتصريف والمعاني والبيان والاصلين والمنطق ..... اشتهر ذكره وطار صيته وانتفع الناس بتصانيفه وانتهت اليه معرفة العلوم بالمشرق۔"

امام علامہ جو صرف و نحو، معانی و بیان، اُصول فقہ و اُصول دین اور منطق کے بہت بڑے عالم تھے ..... آپ کی شخصیت مشہور تھی اور آپ کی شہرت چار دانگِ عالم میں پھیل گئی تھی۔ لوگوں نے آپ کی تصانیف سے نفع عظیم حاصل کیا۔ مشرقی ممالک میں علوم کی معرفت آپ کی ذات گرامی پر ختم ہوگئی۔

ان سے پہلے ابن حجر عسقلانی نے لکھا تھا:

"وکان قد انتہت الیہ معرفۃ علوم البلاغۃ والمعقول بالمشرق بل بسائر الامصار۔ لم یکن لہ نظیر فی معرفۃ ھٰذہ العلوم"

مشرق ہی نہیں بلکہ سارے شہروں میں علوم بلاغت اور معقولات کی معرفت آپ کی ذات پر ختم ہو گئی تھی۔ ان علوم کے علم میں آپ کے مانند کوئی نہیں تھا۔

تفتازانی کے خاندان میں عرصہ دراز تک علم ودین کا چرچا رہا اور تیموری خاندان کے زوال تک اُن کی اولاد خراسان میں شیخ الاسلامی کے منصب پر فائز رہی۔ عہد بابری میں اس خاندان کے آخری رکن مولانا سیف الدین احمد تھے جو صفویوں کی چیرہ دستیوں کا شکار ہو کر شہید ہوئے۔ ان کا مزید تذکرہ آگے آرہا ہے۔

(۴) شیراز میں علمی روایات کا تسلسل

اوپر مولانا قطب الدین رازی اور ان کے تلمیذِ رشید مبارکشاہ منطقی کا ذکر آچکا ہے۔ مبارکشاہ منطقی کے شاگرد میر سید شریف تھے جو استرآباد جرجان کے قریہ طاغو میں ۷۴۰ھ[۴۲] میں پیدا ہوئے تھے۔ بہت جلد تحصیل علم وحکمت سے فارغ ہو کر سرآمد فضلائے روزگار محسوب ہونے لگے۔ صاحبِ "حبیب السیر" نے لکھا ہے:

"بعد از ترقی بسنِ رشد وتمیز آغازِ تحصیل فرمودہ در اندک زمانے سرآمد محققان عالم وحققدائے مدققان علماء محترم گردید۔"

میر سید شریف کو جوانی میں مولانا قطب الدین رازی سے براہ راست اُن کی تصانیف پڑھنے کا اشتیاق ہوا اور اس لئے ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مگر وہ بہت زیادہ بوڑھے ہو چکے تھے اور خود میں نوجوان شاگرد کو پڑھانے کی طاقت نہیں پاتے تھے۔ اس لئے انھوں نے انھیں اپنے شاگرد شمس الدین محمد مبارکشاہ کے پاس بھیجدیا۔ اُن کے پاس بھی وقت نہیں تھا۔ لہذا مستقل سبق مقرر کرنے کے بجائے ایک دوسرے شاگرد کے سبق میں جو اُس وقت "شرح مطالع الانوار" پڑھ رہا تھا، شریک کر دیا۔

میرسید شریف "شرح مطالع" پڑھتے تو دوسرے ساتھی کی معیت میں تھے، مگر گھر پر شب کو بڑے زوروں سے تیاری کرتے تھے۔ ایک دن مبارکشاہ نے انھیں مطالعہ کرتے سنا:

"مصنف کا یہ کہنا ہے، شارح نے اس طرح توضیح
کی ہے، اُستاد نے بدینطور تقریر کی ہے اور میں
اس طرح کہتا ہوں۔"

اس شان خود اعتمادی سے مبارکشاہ بہت زیادہ متاثر ہوئے اور مستقل سبق مقرر کر دیا چنانچہ میرسید شریف نے اُن سے قطب رازی کی "شرح مطالع" کے علاوہ "شرح حکمۃ العین" پڑھی، نیز "المواقف فی الکلام" کو بھی پڑھا جسے مبارکشاہ نے قاضی عضد سے سبقاً سبقاً پڑھا تھا۔

اس طرح فلسفہ وکلام کا صدیوں کا سرمایہ قاضی عضد اور قطب رازی کی وساطت سے میرسید شریف تک پہونچا۔

تحصیلِ علم سے فارغ ہو کر میرسید شریف پہلے روم اور مصر تشریف لے گئے اور پھر شیراز آئے (۷۷۹ھ) جہاں شاہ شجاع نے ان کے علم وفضل سے متاثر ہو کر مدرسہ دارالشفا کا صدر مقرر کر دیا۔ لیکن جب ۷۸۹ھ میں تیمور نے شیراز کو فتح کیا تو اپنے ہمراہ اُنھیں سمرقند لے گیا، جہاں وہ اس کی وفات ۸۰۷ھ تک مقیم رہے۔ یہیں ان سے اور علامہ تفتازانی سے وہ مشہور مناظرہ ہوا جس میں ان کی جیت اور علامہ تفتازانی کی ہار ہوئی اور اسی کے صدمہ سے موخر الذکر نے ۷۹۱ھ میں وفات پائی۔

قطب رازی اور میرسید شریف کا فیض بابر کے ہندوستان آنے سے پہلے ہی یہاں پہونچ چکا تھا۔ اس کی تفصیل اگلی قسط میں بیان ہوگی۔ میرسید شریف کے بے شمار ایرانی شاگردوں میں سے دو بزرگ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ ان کے اسمائے گرامی مولانا محی الدین کوشکناری اور مولانا حسن بقال تھے۔ اُن کی اہمیت اس بنا پر ہے کہ اُنھیں سے محقق دوانی نے کسبِ فیض کیا تھا، چنانچہ صاحبِ "حبیب السیر" نے اُن کے تذکرے میں لکھا ہے:

"وبالآخر بشیراز شتافته در درسِ مولانا محی الدین کوشکناری وخواجہ حسن شاہ بقال ہمت

برکسب کمال گماشت ۔ وایں دو بزرگ از تلامذۂ محقق شریف بوفور علم وفضیلت ممتاز بودند"

اس طرح جو سرمایۂ علم وحکمت میر سید شریف تک پہونچا تھا، ان اساتذہ کرام کی وساطت سے محقق دوانی تک پہونچا۔

ان دو بزرگوں کے علاوہ اُنھوں نے مولانا ہمام الدین گلباری سے بھی بعض متداولات پڑھیں (مولانا ہمام الدین قاضی ناصر الدین بیضاوی کی طوالع الانوار کے شارح تھے) حدیث انھوں نے شیخ صفی الدین ایجی سے پڑھی جو میر سید رفیع الدین صفوی کے جدِ امجد تھے۔

تعلیم سے فراغت کے بعد آغاز جوانی ہی میں مسند درس وافادہ پر بیٹھ گئے اور طالبان علم کو مستفید کرنا شروع کیا۔ جلدہی ان کے کمالاتِ علمیہ کا شہرہ دور ونزدیک پہونچ گیا اور مختلف شہروں سے نہ صرف نو آموز طلبار بلکہ عظیم المرتبت فضلار بھی حصولِ علم ودانش کے لئے ان کی خدمت میں پہونچنے لگے۔ صاحبِ "حبیب السیر" نے لکھا ہے:

"ہنوز جمال مولوی در سنِ شباب بود کہ از شمیم فضائل وکمالاتش مشامِ مستفیداں گلزار علوم معطر گشت ..... لاجرم در ایام دولت امیر حسن بیگ ویعقوب مرزا از اقطار امصار عراقین و روم واران وآذربایجان وہرموز وکرمان وطبرستان وجرجان وخراسان اعاظم وافاضل بامید کسبِ علم ودانش متوجہ ملازمتش بودند۔ وبعد از ادراک آں سعادتِ عظمیٰ از شعشعہ ضمیر فیض آثارش اقتباس انوار کمالات می نمودند"

اسی طرح امام الدین ریاضی نے "تذکرہ باغستان" میں لکھا ہے:

"جمع کثیر از فضلائے روزگار از آں بحر زخار اشراب زلال حقائق ومعارف ودقائق واسرار وعوارف نمودہ اند"

ان تلامذۂ عالی مرتبت میں سے اکثر ہندوستان بھی تشریف لائے اور آج جو یہاں علم وفضل، بالخصوص معقولات کی گرم بازاری ہے، وہ انھیں فضلائے کرام کے نفسِ گرم کی تاثیر کا نتیجہ ہے۔ ان میں سے میر سید رفیع الدین صفوی سکندر لودی کے زمانہ میں آگرہ تشریف لائے مگر انھوں نے معقولات کے بجائے

حدیث کی تعلیم کو اپنا معمول بنایا۔ خطیب ابوالفضل گازرونی اور سید ابوالفضل استرآبادی گجرات آئے، جہاں اُن سے شیخ مبارک (پدر ابوالفضل وفیضی) نے تعلیم حاصل کی۔ ایک اور شاگرد ملا عماد طارمی تھے، وہ بھی گجرات آئے۔ اُن سے شیخ وجیہ الدین گجراتی نے کسب کمال کیا۔ لیکن زیادہ فیض خواجہ جمال الدین محمود رح کے ذریعہ پھیلا۔ اُن کے شاگردوں میں دو بزرگ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں: مرزا جان شیرازی جن سے دیوبند اور علی گڑھ کے علمی سلسلے چلے اور امیر فتح اللہ شیرازی جن تک فرنگی محل اور خیرآباد کے علمار کا سلسلۂ تلمذ پہنچتا ہے۔

لیکن محقق دوانی نے محض تعلیم وتدریس ہی کے ذریعہ اپنا فیض طلبہ کو نہیں پہنچایا۔ وہ متعدد کتابوں کے بھی مصنف ہیں جن کی مفصل فہرست قاضی نور اللہ شوستری نے "مجالس المومنین" میں دی ہے۔ ان میں اہم کتابیں حسب ذیل ہیں:

رسالہ اثبات واجب قدیم، رسالہ اثبات واجب جدید، حواشی شرح مطالع قدیم، حواشی شرح مطالع جدید، شرح تہذیب، رسالہ انموذج العلوم، شرح عقائد عضدی، اخلاقِ جلالی، شرح ہیاکل النور، رسالہ الزورار۔

ان کتابوں میں جن حقائق ومعارف کی واکشائی کی گئی ہے، اُس سے متاثر ہو کر صاحب "حبیب السیر" نے اُن کی جلالتِ قدر کے بارے میں لکھا ہے:

"از غایت تبحر در علوم معقول ومنقول واز کمال مہارت در مباحث فروع واصول بر جمیع فضلائے عالم وتمامی علمائے بنی آدم فایق بود۔ ودر میدان تحقیق مسائل وانحلال معضلات رسائل وتوضیح خفیات متقدمین وتوضیح خفیات متاخرین قصب السبق از امثال واقران می ربود۔ فنون مکنونہ کہ از ابوعلی وعلامہ طوسی در سر خفا محجوب بود، در نظر بصیرتش جلوۂ ظہور داشت واسرار مخزون کہ از معلم اول وثانی مکتوم ماندہ بود، قلم عنایتِ سبحانی بر صحیفۂ ضمیرش می نگاشت۔"

محقق دوانی کی تصانیف میں سب سے زیادہ اہم "شرح تجرید قوشجی" پر ان کے تین حواشی ہیں: قدیمہ، جدیدہ اور اجد۔ "تجرید" علم کلام میں محقق طوسی کا متنِ متین ہے جس پر متعدد علمار نے شروح لکھیں مگر مشہور

تین ہیں: علامہ حلی کی شرح جو آج بھی شیعی مدارس میں داخلِ درس ہے، شمس الدین اصفہانی کی شرح جو "شرح قدیم" کے نام سے موسوم ہے اور علامہ قوشجی کی شرح جو "شرح جدید" کہلاتی ہے۔ محقق دوانی نے علامہ قوشجی کی "شرح تجرید جدید" پر حاشیہ لکھا۔ اس حاشیہ کی تفکیری قدر و قیمت کا اندازہ لگانے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے محقق دوانی کے حریف اہل علم کی عظمت و جلالتِ قدر کے بارے میں مختصر طور سے عرض کر دیا جائے۔

محقق دوانی کے معاصرین میں دو باکمال خصوصیت سے قابل ذکر ہیں: امیر صدر الدین شیرازی اور اُن کے صاحبزادے میر غیاث الدین منصور۔ اول الذکر کی جلالتِ قدر کے بارے میں صاحب "حبیب السیر" نے لکھا ہے:

"بلدۂ فاخرہ شیراز حفت بالاعزاز بنشر علوم حسوس و مفہوم قیام و اقدام می نمود و بجودتِ طبع و دقت ذہن از جمیع علماء متبحرین و فضلائے متاخرین ممتاز و مستثنیٰ بود...... در بلدۂ شیراز مدرسہ رفیع و وسیع ساختہ ہر روز بآں بقعہ شریفہ تشریف حضور ارزانی داشت و طلبۂ علوم را از نتائج طبع وقاد خود مستفید گردانیدہ ہمت بر تالیف و تصنیف می نگاشت۔ از جملہ نتائج قلم خجستہ رقمش رسالہ تحقیقِ علم و اثباتِ واجب و حاشیہ شمسیہ و حاشیہ مطالع و حاشیہ تجرید درمیان طلبۂ علوم مشہور است و دقائق نکات آں مولفات افادت آیات بر الواح ضمائر علماء فضائل مآثر مسطور۔"

ثانی الذکر (میر غیاث الدین منصور) کے بارے میں حسن روملو نے "احسن التواریخ" میں لکھا ہے:

"امیر غیاث الدین منصور بن امیر صدر الدین محمد شیرازی از روئے جامعیت حکمت علمی و عملی ثالث معلمین بود۔ کواکب فضائل نفسانی از مطالع طوالع احوال آں معلم ثانی طالع و اشراق لوامع کمالات از مقاصدِ علوم مواقف تصانیفش ساطع بود۔" (۳۰۳)

آنکہ صادصدارتش گشتہ | از شرف باعث صلوٰۃ و صیام
کردہ دیباچۂ ریاضی را | چوں ریاضِ ارم ز حسنِ کلام

وعلوشان رغایت دانش او ہمیں کافی است کہ در زمان سلطنت خاقان اسکندر نشان اورا جہت تعمیر رصد...... خواجہ نصیر الدین طوسی کہ در مراغہ است و بکلیہ ویران شدہ طلب

نمودند .... ازجملہ مصنفاتش حاشیۂ حکمۃ العین وحاشیہ زوراء واخلاقِ منصوری ومحاکمات وحاشیۂ اشارات واثباتِ واجب ومشارق وحاشیۂ تجرید وتفسیر سورہ ہل اتی ومرأۃ الحقائق وصغیر درہیأت ولوامع ہیأت وکفایۂ منصوری درحساب وریاضِ رضوانُ ایمان الایمان درعلم کلام ودلیل ہدی۔" (احسن التواریخ صفحہ ۳۰۳ - ۳۰۴)

یہ دونوں حریف پنجہ شکن محقق دوانی کو خاطر میں نہ لاتے تھے اور جب کوئی تحقیقی کارنامہ اُن کے قلم سے ظہور میں آتا تواس کا رد لکھتے۔ اس رد وقدح میں دونوں طرف کے حواشیِ شرح تجرید خصوصیت سے مشہور ہیں۔ محقق دوانی نے جب شرح تجرید توشجی پر اپنا حاشیہ لکھا (جو حاشیۂ قدیمہ کہلاتا ہے) اور یہ حاشیہ خود شارح (علامہ توشجی) کے پاس پہونچا تو انھوں نے اس کی بڑی تعریف کی، چنانچہ صاحب "حبیب السیر" نے لکھا ہے:

"جناب مولوی در اواسط ایام زندگانی بر شرح تجرید مولانا علاء الدین توشجی حاشیہ در کمال دقت تالیف نمود۔ وآں رسالہ بنظر شارح رسیدہ از روئے انصاف زبان بتعریف وتوصیغ کشود۔"

لیکن اُن کے حریف امیر صدر الدین شیرازی کو اس سے بڑا رشک ہوا اور انھوں نے محقق دوانی کے حاشیہ پر ایرادات وارد کرنے کے لئے ایک اور حاشیہ لکھا۔ جب محقق دوانی کو معلوم ہوا تو اُنھوں نے صدر الدین شیرازی کے "حاشیہ شرح تجرید" کا جواب لکھا: پہلا حاشیہ "حاشیۂ قدیمہ" کہلاتا ہے اور دوسرا "حاشیۂ جدیدہ"۔ امیر صدر الدین نے "حاشیہ جدیدہ" کا بھی رد لکھا اور محقق نے تیسرا حاشیہ "حاشیۂ اجد" کے نام سے اس کے جواب میں لکھا۔ اتنے میں امیر صدر الدین شیرازی کا انتقال ہوچکا تھا لہٰذا اس تیسرے حاشیہ "اجد" کا جواب اُن کے صاحبزادے غیاث الدین منصور نے لکھا۔ بعد میں محقق دوانی کے ان حواشی بالخصوص "حاشیۂ قدیمہ" نے خاص طور سے ہندوستان کے مدارس کے اندر معقولات کی ادبیات عالیہ کی حیثیت حاصل کرلی۔

محقق دوانی اور ان کے حریفوں کی یہ علمی نوک جھونک صرف "شرح تجرید" کے تحشیہ تک ہی محدود

نہیں رہی بلکہ اور کتابوں کے معاملہ میں بھی جاری رہی۔ مثلاً محقق دوانی نے شہاب الدین سہروردی مقتول کی "ہیاکل النور" کی شرح لکھی تھی جس کا نام "شواکل الحور" ہے۔ میر غیاث الدین منصور کا جذبہ رشک و ہمچو من دیگرے نیست اسے برداشت نہ کر سکا اور انھوں نے بھی ایک شرح لکھی جس کے دیباچہ کا افتتاح ہی محقق دوانی کی شرح پر تعریض و ہجو سے کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

"یا غیاث المستغیثین نجّانا باشراق هیاکل النور علی ظلمات شواکل الغرور"

(اے فریادیوں کے فریاد رس ہمیں ہیاکل النور کے اشراق کے ذریعہ خود فریبی کی لٹوں کی تاریکی سے بچانا)

["غیاث" میر غیاث الدین منصور کے نام کا جزء ہے۔ "ہیاکل النور" کی شرح مابہ النزاع ہے۔ کتاب فلسفہ "اشراق" میں ہے اور محقق کی کتاب کا نام "شواکل الحور" بمعنی حور کی زلفیں یا لٹیں جسے میر غیاث الدین منصور نے تعریضاً غرور وخود فریبی کی زلفوں (شواکل الغرور) سے تعبیر کیا ہے]

ان دو فاضلوں کے علاوہ شیراز میں اور بھی باکمال موجود تھے۔ مگر آسمانِ علم وفضل کے ان آفتاب وماہتاب (محقق دوانی اور امیر صدر الدین شیرازی) کی درخشانی میں دوسرے ستارے ماند ہو کر رہ گئے۔ [باقی]

العلم والعلماء

یہ جلیل القدر امام حدیث "علامہ ابن عبد البر" کی شہرہ آفاق کتاب "جامع بیان العلم وفضلہ" کا نہایت صاف اور شگفتہ ترجمہ ہے۔ علم اور فضیلت علم، اہل علم کی عظمت اور ان کی ذمہ داریوں کی تفصیل پر خالص محدثانہ نقطۂ نظر سے بحث کی گئی ہے ــــ مترجم: مولانا عبد الرزاق ملیح آبادی صاحب مرحوم

صفحات ۳۰۰۔ بڑی تقطیع۔ قیمت ۵/۵۰ مجلد ۶/۵۰

مکتبہ بُرہان اردو بازار جامع مسجد دہلی ۶